احسان الٰہی ظہیر

اسلام اور موسیقی

حدیث سے استدلال

پہلی حدیث

بخاری شریف جس کے متعلق ائمہ امت کا اجماع ہے کہ اس میں کوئی حدیث ضعیف نہیں اور جو کلام اللہ کے بعد سب سے صحیح کتاب ہے۔ اس بخاری میں حضور علیہ السلام سے بسند عبدالرحمٰن بن غنم عن ابی مالک اشعری مرفوعاً مروی ہے۔ آپ نے فرمایا :۔

لَیَکُوْنَنَّ مِنْ اُمَّتِیْ قَوْمٌ یَسْتَحِلُّوْنَ الْحِرَ وَالْحَرِیْرَ وَالْخَمْرَ وَالْمَعَازِفَ۔ کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ میری امت سے ایک ایسا گروہ اٹھے گا جو زنا، ریشم، شراب اور باجے وغیرہ کو حلال سمجھے گا۔

آپ نے فرمایا :۔

فَیُبَیِّتُھُمُ اللّٰہُ وَیَضَعُ الْعَلَمَ وَیَمْسَخُ اٰخَرِیْنَ قِرَدَۃً وَّخَنَازِیْرَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ۔ ان پر اللہ کا عذاب آئے گا اور انہیں بندروں سوروں کی شکل میں مسخ کر دیا جائے گا۔

دیکھئے یہ حدیث کس قدر صریح، بین اور واضح ہے۔ حدیث بخاری شریف میں ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے مرفوعاً مروی ہے اور الفاظ بالکل ظاہر ہیں کہ ایک زمانہ آئے گا کہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے ریشم، زنا، شراب اور معازف کو حلال سمجھنے لگیں گے۔ آپ نے فرمایا۔ پھر اس وقت اللہ کا عذاب نازل ہوگا۔ ان پر پتھر برسیں گے اور انہیں بندروں اور سوروں کی شکل میں مسخ کر دیا جائے گا۔

معازف کی تحقیق

حدیث میں معازف کا لفظ آیا ہے۔ لغتِ عرب کی مشہور کتاب قاموس میں لکھا ہے:۔

المعازف الملاهی کالعود والطنبور والواحد معزف کمنبر والمعازف اللاعب بها والمغنی [1] کہ معازف آلاتِ موسیقی کو کہتے ہیں۔ مثلاً سارنگی، طنبور، معازف جمع معزف کی ہے پھر بتلایا کہ عازف کسے کہتے ہیں۔ سارنگی، طنبور بجانے والے کو اور مغنی کو۔

اسی قاموس کی مشہور ترین شرح میں لکھا ہے:۔

المعازف الملاهی التی یضرب بها کالعود والطنبور والدف وغیرها کما فی حدیث ام زرع اذا سمعن صوت المعازف ایقن انهن هوالك [2] کہ معازف بجائے جانے والے آلاتِ غنا کو کہتے ہیں جیسے سارنگی طنبورہ دف وغیرہ پھر اس کے بعد ایک عربی مثال پیش کی گئی ہے کہ اس میں بھی معازف آلاتِ موسیقی کے معنوں میں لیا گیا ہے۔

علامہ منظور افریقی اس کے شواہد میں اس مثال کے ساتھ ایک شعر بھی نقل کرتے ہیں۔ کہتے ہیں

المعازف المغنی اللاعب بها کما فی قول الشاعر،

للخول لج الانزدق فیها صاهل عزف کعزف الدف والجلاجل [3]

اعتراضات

چند لوگوں نے بخاری شریف کی اس حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔

اولاً تو اتنا ہی کافی تھا کہ یہ کہہ دیا جاتا کہ یہ حدیث بخاری شریف میں آئی ہے اور ..... بخاری شریف سے متعلق امت کا اجماع ہے ـــــ کہ اس میں کوئی ضعیف روایت نہیں۔ لیکن چونکہ اعتراض کرنے والوں میں حافظ ابن حزمؒ جیسی شخصیت بھی ہے اس لیے اعتراض کچھ وزنی ہو جاتا ہے نیز حافظ ابن حزمؒ کے بعد بھی لوگ اس اعتراض کو دہراتے رہے ہیں۔ اس لیے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس کو ذکر کر کے اس پر مفصل بحث کی جائے تاکہ مقالہ بھی کسی لحاظ سے تشنہ نہ رہے

---

[1] قاموس جلد ۳ [2] تاج العروس جلد ۶ [3] لسان العرب جلد ۹

امام ابن حزمؒ اپنی کتاب محلّٰی میں فرماتے ہیں کہ:۔

" بخاری شریف کی مذکورہ روایت لیکونن من امتی الی اخرہ دو وجوہ کی بنا پر ضعیف ہے۔

اولاً:۔ امام بخاریؒ اس حدیث کو معلق لاتے ہیں

ثانیاً:۔ اس میں صحابی کے نام کا شبہ ہے۔ آیا وہ ابو مالک اشعریؓ ہیں یا ابو عامر اشعری ہیں؟"

یار لوگوں نے اس اعتراض کو اتنا بڑھایا کہ اس بات کو بھی بھول گئے کہ ابن حزمؒ بھی آخر انسان ہیں، غلطی کر سکتے ہیں اور واقعۃً انہوں نے کئی مقامات پر غلطی کی بھی ہے۔ اس لیے کچھ خود بھی تحقیق سے کام لیا جائے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ اسے کافی سمجھ لیا کہ اس حدیث کو ابن حزم نے ضعیف قرار دے دیا ہے۔ پھر اس پر بھی غور نہیں فرمایا کہ انہوں نے کس بنا پر تضعیف کی ہے۔ ۹۱

جیسا کہ میں نے پہلے لکھا ہے، ابن حزمؒ نے کہا ہے کہ چونکہ یہ روایت امام بخاری تعلیق کے صیغہ سے ذکر کرتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ حدیث متصل السند نہیں ہے اور چونکہ روایت متصل السند نہیں ہے اس لیے معلق ٹھہری اور معلق روایت قابل قبول نہیں اور صحیح نہیں ہوتی۔ اس لیے یہ روایت بھی قابل قبول اور صحیح نہیں ہے۔ اب ذرا بنظرِ تحقیق اس عبارت کا تجزیہ کیجیے۔

جواب

اولاً۔ یہ درست نہیں کہ ہر ایک کی تعلیق ضعیف اور ناقابلِ قبول ہوتی ہے کیونکہ محدثین میں فرق ہے۔ بعض ایسے ہیں جو مدلس ہیں اور بعض غیر مدلس۔ جب غیر مدلس بصیغہ جزم روایت کرے اور کسی ایک واسطے کو چھوڑ دے تو اس کی معلق متصل کے درجہ میں ہوگی جیسا کہ تمام ائمہ مصطلح نے لکھا ہے اور خصوصاً امام بخاریؒ پر تو آج تک کسی نے تدلیس کا حکم نہیں لگایا حتیٰ کہ ابن حزم نے بھی اسی لیے امام ابن الصلاح نے فرمایا:۔ ۹۲

التعلیق فی احادیث من صحیح البخاری قطع اسنادھا و صورتہ صورۃ الانقطاع و لیس حکمہ حکمہ ولا خارجا ما وجد ذلک فیہ من الصحیح الی قبیل الضعیف

کہ امام بخاری کی تعلیق صورتاً منقطع ہے لیکن حکماً منقطع نہیں بلکہ متصل کے حکم میں

ہے) اور نہ یہ انقطاع اس کو صحت کے درجہ سے گرا کر ضعف کے درجہ میں پہنچا دیتا ہے۔

حافظ ابن کثیرؒ نے بھی مصطلح الحدیث میں یہی کچھ لکھا ہے اور خصوصاً جب کہ امام بخاری جزم کے صیغہ کے ساتھ روایت کریں تو تمام کے نزدیک وہ حدیث صحیح ہوگی۔ کیونکہ یا تو یہ روایت خود بخاری میں ہی کسی دوسرے مقام پر متصل موجود ہوگی یا امام بخاریؒ کی کسی دوسری کتاب میں بخاری کی شرط پر پائی جائے گی۔ جیسا کہ ابن حجرؒ وغیرہ نے لکھا ہے۔ چنانچہ سید قاسم العصباح فی اصول الحدیث میں اس پر مفصل بحث کے بعد لکھتے ہیں کہ:۔

مثالها ان البخاری یقول لشیخه بلفظ قال له عفان کذا فجزم ابن الصلاح انها متصلة وقال العراقی هو الصواب واختار ابن دقیق العید والمزی وغیرهما من المحدثین

اس تعلیق کی مثال یوں ہے کہ بخاریؒ کہیں قال عفان تو اس کا معنی یہ ہوگا کہ یہ حدیث متصل ہے۔ ابن الصلاح۔ حافظ عراقی۔ امام ابن دقیق العید اور حافظ مزی وغیرہ محدثین نے بھی یوں ہی کہا ہے۔

اب دیکھئے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو صیغہ جزم سے روایت کرتے ہیں یا صیغہ تمریض سے؟ روایت یوں ہے:

قال هشام بن عاص حدثنا صدقة بن خالد حدثنا عبد الرحمن بن یزید الخ

اور قال صیغہ جزم ہے جیسا کہ مصطلح کی کتابوں میں مذکور ہے اور صیغہ تمریض قِیلَ، یُذْکَرُ، یُرْوٰی وغیرہ ہے اور یہ قال بمنزلہ صیغہ عن ہوگا جیسا کہ ابن الصلاح نے لکھا ہے۔

ان الذی یقول البخاری فیه قال فلان ویسمی شیخا من شیوخه یکون من قبیل الاسناد المعنعن [1]

اور یہ ظاہر ہے جیسا کہ پہلے بیان ہو چکا ہے۔ عن سے روایت کی ہوئی روایت مقبول ہے الا یہ کہ راوی مدلس ہو اور امام بخاریؒ پر اس قسم کا کوئی دھبہ نہیں۔

---

[1] بحوالہ فتح الباری جلد ۱۰

الذی یوردہ بصیغة قال حکمه حکم الاسناد المعنعن و المعنعنة من غیر المدلس محمولة علی الاتصال و لیس البخاری مدلسا فیکون متصلا"

نیز حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں کو :۔

"امام بخاریؒ کی تمام معلق روائتیں جن کو وہ صیغہ جزم سے روایت کرتے ہیں۔ سب کی سب صحیح ہیں۔ چاہے تعلیق آپ کے شیخ سے ہو یا استاذ الاستاذ سے۔ کیونکہ کوئی ایسی معلق روایت نہیں جو متصل نہ پائی جاتی ہو۔ جیساکہ مذکورہ حدیث بھی متصلاً موجود ہے۔ جیساکہ آگے آئے گا اور دوسری بات یہ ہے کہ امام بخاریؒ جب بھی کوئی روایت لائیں اور اس سے کسی حکم کو اخذ کریں تو یہ یقینی ہوگا کہ یہ روایت صحیح ہے۔ کیونکہ امام بخاری کی عادت ہے کہ وہ کسی ایسی روایت سے احکام اخذ نہیں کرتے جو صحیح نہ ہو اور مذکورہ حدیث سے انہوں نے حکم بھی اخذ کیا ہے اور اس کے لیے ایک مستقل باب بھی باندھا ہے"

اور پھر سب سے بڑی بات یہ ہے کہ ابن حزمؒ نے جب اعتراض کیا تو صرف انہوں نے ایک اصولی غلطی ہی نہیں کی (جیساکہ ذکر کیا گیا) بلکہ وہ اس بات کو بھی فراموش کر گئے کہ اتنا تو معلوم کر لیں آیا یہ حدیث متصل بھی آتی ہے یا نہیں؟ حالانکہ اگر ہم ایک لمحہ کے لیے تعلیق کے بارہ میں ابن حزم کی بات تسلیم بھی کر لیں تب بھی ابن حزمؒ کا دعوےٰ ثابت نہیں ہوتا۔ کیونکہ یہ روایت ایک جگہ نہیں متعدد مقامات پہ متصل مروی ہے۔ چنانچہ مستخرج اسماعیلی میں موصولاً مروی ہے۔

حدثنا الحسن بن سفیان، حدثنا هشام بن عمار

اور طبرانی میں مستقلاً :۔

حدثنا محمد بن یزید حدثنا هشام

اور ابوداؤد میں :۔

حدثنا عبد الوهاب بن نجدة، حدثنا بشر بن بکر، حدثنا عبدالرحمٰن بن یزید الخ

اسی طرح طبرانی نے معجم کبیر میں ابونعیم نے مستخرج میں، ابن حبان نے اپنی صحیح میں متصلاً اس روایت کو

ہشام سے ذکر کیا ہے [۱]

اس لیے ابن حزم کی وہ بنیاد ہی منہدم ہو جاتی ہے جس پر انہوں نے اپنی عمارت تعمیر کی تھی اور جس کی وجہ سے ان کے مقلدین خوشیاں منا رہے تھے کیونکہ جب حدیث متصل ثابت ہو گئی تو تعلیق اور غیر تعلیق کا چکر ہی نہ رہا اور ہم نے بفضلہ تعالیٰ تعلیق کے متعلق بھی مستقل بحث سے ثابت کر دیا ہے کہ اگر یہ حدیث متصل نہ بھی ہوتی تب بھی قابل قبول تھی۔ چہ جائیکہ متصل بھی موجود ہو۔

ابن حزم کا دوسرا اعتراض یہ تھا کہ چونکہ اس روایت میں راوی کو شک ہے کہ آیا یہ حدیث ابو مالک سے مروی ہے یا ابو عامر سے۔ اس لیے بھی یہ حدیث قابل قبول نہیں۔

روایت کی پوری سند یوں ہے۔ امام بخاری کہتے ہیں۔

قال ھشام بن عمار حدثنا صدقة بن خالد حدثنا عبد الرحمٰن بن یزید بن جابر حدثنا عطیة بن قیس الکلابی حدثنی عبد الرحمٰن بن غنم الاشعری قال حدثنی ابو عامر او ابو مالک الاشعری واللہ ما کذبنی سمع النبی علیه السلام یقول لیکونن من امتی الخ

یہاں بھی ابن حزم نے اصولی غلطی کی ہے۔ کیوں کہ اصول حدیث میں مذکور ہے کہ صحابی کے نام میں شبہ حدیث کو درجہ صحت سے نہیں گراتا۔ اس لیے کہ صحابہ تمام کے تمام عدول ہیں۔ وہاں روایت درجہ استناد یا صحت سے گرتی ہے جہاں یہ گمان ہو کہ پتہ نہیں راوی کس پائے کا ہے اور جہاں یہ واضح ہو کہ راوی عادل ضابط ہے تو حدیث کو کوئی نقصان نہیں پہنچتا جیسا کہ حافظ ابن حجر نے فتح الباری شرح صحیح البخاری میں بیان کیا ہے

فالشك فی اسم الصحابی لا یضر کہ صحابی کے نام میں شک روایت کو کوئی سقم نہیں پہنچاتا [۱]

ایک اور جگہ فرماتے ہیں :

والتردد فی اسم الصحابی لا یضر کما تقرر فی علوم الحدیث [۲]

صحابی کے نام میں اشتباہ کوئی مضر نہیں جیسا کہ اصول حدیث میں ثابت ہے۔

اور پھر یہ روایت بغیر شک کے بھی مروی ہے۔ ابو داؤد میں بشر بن بکر سے صرف ابو مالک کا نام مروی

---

[۱] فتح الباری [۲] فتح الباری جلد ۱۰

ہے۔ اسی طرح مسند احمد بن حنبل، مسند ابن ابی شیبہ اور بخاری کی تاریخ میں مالک بن مریم کے واسطہ سے بغیر شک کے ابو مالک سے یہ حدیث موجود ہے۔ اس سے یہی معلوم ہوا کہ اس روایت میں شک عطیہ بن قیس کی جانب سے ہے کیونکہ اس کے دوسرے ساتھی مالک بن مریم وغیرہ اس کو بغیر شک کے روایت کرتے ہیں اور جیسا کہ میں نے ذکر کیا ہے کہ صحابی کے نام میں شک حدیث میں کوئی نقص نہیں پیدا کرتا۔ اس لیے ابن حزمؒ کا یہ اعتراض بھی درست نہیں۔ امام ابن حجرؒ نے یوں ہی لکھا ہے۔

فلا التفات الی من اعلی الحدیث بسبب التردد وقد ترجح انه عن ابی مالک الاشعری وهو صحابی مشهور

اور پھر ابن حبانؒ نے اس روایت کو ابو مالک اشعری اور ابو عامر اشعری دونوں سے روایت کیا ہے، جس پر امام شوکانیؒ لکھتے ہیں۔

فتبین بذلک انه من روایتهما جمیعًا

جادۂ حق

شیخ الاسلام امام ابن تیمیہؒ کی عظیم الشان تصنیف "صراط مستقیم" کا رواں دواں اردو ترجمہ معروف مترجم مولانا عبدالرزاق ملیح آبادی کے قلم سے۔ یہ کتاب مدت سے نایاب تھی۔ اب حسین پیرہن اور عمدہ طباعت کے ساتھ دوبارہ پیش کی جارہی ہے

* صفحات ۲۵۰
* قیمت ۳/۷۵ روپے

ادارہ ترجمان السنۃ، ایبک روڈ انارکلی لاہور